# انقلابِ ایران کی متنازعہ ترجیحات

مولانا زاہد الراشدی

ایران کے معروف اپوزیشن گروپ قومی مزاحمتی کونسل کی چیئر پرسن مریم رجاوی نے گزشتہ دنوں سعودی عرب کی میزبانی میں ہونے والی اسلامی امریکی سربراہی کانفرنس کے فیصلوں کا خیر مقدم کیا ہے۔ لاہور کے ایک روزنامہ میں 6 جون 2017 کو شائع ہونے والی خبر کے مطابق مریم رجاوی نے پیرس میں اپنی پارٹی کی ایک میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ خطے میں جنگوں اور دہشت گردی کا ماخذ ایران کو قرار دینے کا اعلان حقیقت ہے اور ایران میں ولایت فقیہ پر مبنی سیاسی نظام ہی خطے میں بدامنی اور دیگر تمام مسائل کی جڑ ہے۔ مریم رجاوی کا تعلق مسعود رجاوی کے خاندان سے بتایا جاتا ہے جو شاہ ایران کے دور میں بائیں بازو کی سیاسی جماعت تودہ پارٹی کے لیڈر تھے اور شاہِ ایران کے خلاف انقلاب کی جدوجہد کا حصہ تھے۔ بادشاہت کے خلاف انقلاب کی عوامی جدوجہد میں ایران کے مذہبی راہنماؤں کے ساتھ کمیونسٹ اور نیشنلسٹ عناصر بھی شریک تھے مگر کامیابی کے بعد مذہبی راہنماں کی قوت کار، نظم وضبط، منصوبہ بندی اور بے پناہ عوامی حمایت کے باعث باقی عناصر بتدریج پیچھے ہٹتے چلے گئے اور مذہبی قیادت نے انقلاب کا تمام تر نظم نہ صرف اپنے ہاتھ میں لے لیا بلکہ وہ اب تک اسے کامیابی کے ساتھ چلا بھی رہے ہیں جو ان کے نظریات اور پالیسیوں سے اختلاف کے باوجود بہرحال ان کا کریڈٹ بنتا ہے۔ ہمارے ہاں دراصل معاملات کو صرف ایک رخ سے دیکھنے کا مزاج اس قدر پختہ ہو گیا ہے کہ اس سے مختلف زاویہ سے صورتحال کا جائزہ لینا شجرِ ممنوعہ کی حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے، ورنہ عقائد ونظریات سے ہٹ کر عوامی انقلاب لانے، اسے کنٹرول کرنے اور کامیابی وتسلسل کے ساتھ اسے جاری رکھنے میں ایرانی مذہبی قیادت کی اب تک کی حکمت عملی اور طریق کار کی اسٹڈی کی ضرورت ہے۔ مگر ہم محض جذباتی نعروں اور مطالبوں والی قوم ہیں اور اس سے زیادہ کوئی ذمہ داری لینے کے لیے ہم تیار نہیں ہوتے۔ مریم رجاوی اور ان کی قومی مزاحمت کونسل کا ایجنڈا کیا ہے اور ان کے حالیہ نظریات وافکار کا دائرہ کیا ہے، ہم سرِ دست نہ اس سے پوری طرح آگاہ ہیں اور نہ ہی ان سے دلچسپی کا کوئی فوری داعیہ ہمارے سامنے ہے۔ البتہ انہوں نے مشرقِ وسطی کی تازہ صورتحال کے بارے میں اسلامی امریکی کانفرنس کے فیصلوں کی حمایت کرتے ہوئے جو مذکورہ بالا دو جملے کہے ہیں ان کے بارےمیں ہم کچھ عرض کرنا چاہیں گے۔ ایک یہ کہ ان کے نزدیک ایران میں ولایت فقیہ پر مبنی سیاسی نظام خطے میں بدامنی اور دیگر تمام مسائل کی جڑ ہے اور دوسرا ان کے خیال میں ایران کو خطے میں موجودہ جنگوں اور دہشت گردوں کا ماخذ قرار دینا درست ہے۔ مریم رجاوی اگرچہ پیرس میں جلاوطنی کی زندگی گزار

رہی ہیں اوراپنے خاندانی ماضی کے باعث بائیں بازو کے خیالات کی حامل سمجھی جاتی ہیں لیکن بہرحال وہ ایرانی ہیں، سیاسی راہنما ہیں اورایرانی قوم کےایک حصے کی نمائندگی کرتی ہیں اس لیےان کی اس بات کویکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اوراس کا جائزہ لینا معاملات کوصحیح طور پر سمجھنے کے لیےضروری ہے۔ ولایت فقیہ پرمبنی سیاسی نظام سے مراد یہ ہے کہ ایرانی دستور میں اثنا عشری شیعہ مذہب کےعقائد کودستور وقانون کی بنیاد بنایا گیا ہے جس کے مطابق بارہ اماموں میں سے آخری بزرگ جو امام غائب اورولی عصر کےخطاب سے یاد کیے جاتے ہیں، چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سےمقرر ہیں اس لیے حاکمیت اعلیٰ کا حق وہی رکھتے ہیں اورایرانی دستور میں انہی کی حاکمیت کوعملاً نافذ کرنے کانظم وضع کیا گیا ہے۔امام غائب کے ظاہر ہونے تک کا زمانہ غیبوبت کا زمان کہلاتا ہےاوراس دوران ان تک براہ راست رسائی بھی میسرنہیں ہے، اس لیےان کی نیابت کے لیےاپنے وقت کےسب سے بڑےاورممتاز فقیہ کوان کا قائم مقام چنا جاتا ہےجس کے لیےایرانی دستور میں باقاعدہ طریق کاراورشرائط طے ہیں۔اس دستوری طریق کار کےمطابق جوصاحب اس منصب کے لیےچن لیے جاتے ہیں انہیں ولایت فقیہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہےاوروہ امام غائب کےنمائندہ کےطور پر ان کے اختیارات استعمال کرنے کے مجاز ہوتے ہیں۔اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ انہیں حکومت، صدر، پارلیمنٹ اورعدالتِ عظمیٰ سمیت کسی بھی ادارے کےکسی بھی فیصلےکوویٹوکرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہےاوران کےکسی فیصلےکوکہیں بھی چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔موجودہ وقت میں یہ حیثیت جناب آیت اللہ خامنہ ای کوحاصل ہے۔ولایت فقیہ کا یہ شخصی اختیار پاپائے روم کےان اختیارات کےمشابہ لگتا ہے جو انہیں یورپ کے بادشاہی دور میں حکومتوں کے مذہبی سرپرست کےطور پر حاصل تھااورشاید مریم رجاوی بھی ولایت فقیہ کےاسی پہلو پرتنقید کررہی ہیں۔کچھ عرصہ قبل مجھ سےایک مجلس میں کسی دوست نے سوال کیا کہ سعودی عرب کا نظام شخصی بادشاہت پرقائم ہے، کیا آپ اس کی حمایت کرتے ہیں؟ میں نےعرض کیا کہ میں بادشاہت کی کسی بھی شکل کواسلامی نہیں سمجھتااورنہ اس کی حمایت کرتا ہوں لیکن مجھےشخصی اختیارات کےحوالہ سے بادشاہت اورولایت فقیہ میں بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا کہ عملی نتیجہ دونوں کاایک ہی ہے۔ جہاں تک خطے میں جنگوں اوردہشت گردی کےفروغ میں ایران کے مبینہ کردار کی بات ہےاس کا بھی گہری سنجیدگی کےساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہےاور ہمارے خیال میں سب سے زیادہ یہ ضرورت خودایران کی ہے کہ وہ انقلاب ایران کے بعد سےاب تک کی صورتحال کاازسرِنو جائزہ لےاوردیکھے کہ موجودہ حالات کے پس منظر میں اس کی پالیسیاں اورطرزِعمل کہاں کہاں اورکس کس انداز میں جھلک رہا ہے۔ہم اس سےقبل یہ بات متعدد بار لکھ چکے ہیں کہ اگرانقلابِ ایران کو مذہب دشمنی اورسیکولرازم کے عالمی تسلط کےاس دور میں ایک کامیاب مذہبی انقلاب کے دائرے میں محدود رکھا جاتا اوراسے ایک مسلکی انقلاب کےطور پراردگرد کے دیگرممالک میں برآمد کرنے کی پالیسی

اختیار نہ کی جاتی تو آج صورتحال یقیناً بہت مختلف ہوتی۔ ایک کامیاب مذہبی انقلاب کے طور پر ہم بھی انقلابِ ایران کا خیرمقدم کرنے والوں میں شامل تھے اور ہم نے یہ توقع وابستہ کر لی تھی کہ ایران کا کامیاب اور بھرپور مذہبی انقلاب عالم اسلام کی ان مذہبی قوتوں اور تحریکوں کا معاون بنے گا جو اپنے اپنے ممالک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے محنت کر رہی ہیں۔ لیکن یہ توقع غلط ثابت ہوئی حتیٰ کہ خود ہمارے ہاں پاکستان میں اسلامی تحریکوں کو سپورٹ کرنے کی بجائے فقہ جعفریہ کے نفاذ کی تحریک کے عنوان سے پریشان کن مسائل کھڑے کر دیے گئے۔ جبکہ دیگر مسلم ممالک بالخصوص مشرقِ وسطی میں بھی مسلکی ہم نواؤں کو منظّم و متحرک بلکہ مسلح اور مورچہ بند کرنے کی حکمت عملی اختیار کی گئی جیسا کہ عراق، شام، کویت، سعودی عرب، لبنان اور یمن وغیرہ کی صورتحال سے واضح ہے۔ یہاں تک کہ اردن کے فرمانروا شاہ عبداللہ کو ایک موقع پر یہ کہنا پڑا کہ ہم اس خطے کے سنی شیعہ ہلال کے حصار میں ہیں۔ جبکہ اس حصار کو آج سعودی عرب کے گرد کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ایران عراق جنگ سے لے کر یمن اور شام کے موجودہ بحران تک حالات و واقعات کا جو تسلسل ہمارے کربناک ملی المیوں کی نشاندہی کر رہا ہے اس میں یقیناً عالمی استعمار کا کردار سب سے زیادہ شرمناک اور خوفناک ہے لیکن اس سے ہم اس کے علاوہ اور کیا توقع کر سکتے ہیں؟ ہم خطے میں سنی و شیعہ کے باہمی تصادم کے حق میں نہیں ہیں بلکہ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ اس حوالہ سے اب تک جو ہو چکا ہے اسے کسی طرح ریورس گیئر لگے کیونکہ اس کا فائدہ اسرائیل اور اس کے سرپرست عالمی استعمار کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ لیکن ایرانی راہنما مریم رجاوی کی طرح ہمارے خیال میں بھی ماضی اور مستقبل دونوں حوالوں سے اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری ایران پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں پر نظرِ ثانی کا کوئی راستہ ضرور نکالے ورنہ خطرہ ہے کہ خطہ کے امن کے ساتھ ایران کا مذہبی انقلاب بھی اس انتشار کی زد میں آئے گا۔ یہاں تک لکھا جا چکا تھا کہ ایران کی پارلیمنٹ اور آیت اللہ خمینی کے مزار پر حملوں کی خبر آ گئی، ان حملوں کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے اور ہم اس پر ایرانی قوم کے ساتھ افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پورے عالم اسلام کو ہر قسم کی دہشت گردی سے نجات عطا فرمائے، آمین۔